قدرتی نظام وحدت

(۲)

از

(جناب مولوی ظفیر الدین صاحب استاذ دار العلوم معینیہ سنج)

آنحضرت صلعم کی امامت کیلئے ایک جامع شخصیت کی نامزدگی

آپ جب مرض سے نڈھال ہوگئے، اور بار بار بے ہوشی کے باوجود غشی پر غشی آتی رہی تو آپ نے اس جگہ کے لئے اپنا قائم مقام اور خلیفہ اس فرد کو بنایا جو عالم انسانی میں انبیاء ورسل کے بعد افضل ترین تھا جن کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں "اعلم" ہونے کا درجہ حاصل تھا، یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کو آپ نے اپنی جگہ عطا فرمائی، آپ کی بعض ازواج مطہرات نے فاروق اعظم کو کی سفارش کی اور باصرار وتکرار کی، مگر آپ نے اس مشورہ کو رد فرما دیا اور اس سلسلہ میں ایک حیلہ فرما کر اس حرکت پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ صدیق اکبرؓ نے امامت فرمائی۔

اسی مرض الوفات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تین دفعہ آپ نے پانی رکھنے کا حکم فرمایا، مگر ہر بار غشی کا دورہ پڑتا رہا، مسجد کی حاضری سے جب مایوسی ہوگئی، تو آپ نے صدیق اکبرؓ کو امامت کے لئے کہلا بھیجا، قاصد جب یہ پیام لے کر پہنچا تو صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا "یاعمر صل بالناس" (لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے) یہ سن کر فاروق اعظم نے آپ سے فرمایا "انت احق بذالک" (آپ ہی اس کام کے زیادہ لائق اور مناسب ہیں) چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی نے امامت کی۔[۱]

امام کے لئے کامل الفقہ ہونے کی ضرورت

یہ واقعات شاہد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار نے واضح طور پر اس مسئلہ کو بیان کر دیا کہ امامت قوم کے بہترین فرد کا حقہ ہے

---

[۱] مسلم باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر

اور یہ عظیم الشان ذمہ داری اس شخص پر ڈالی جائے۔ جو ہر طرح اس عہدۂ جلیلہ کا مستحق ہو نیز وہ علم و فضل اور جلالتِ شان میں اپنا نمایاں درجہ رکھتا ہو غالباً یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے مستحقین امامت میں اعلم الناس کو اول درجہ دیا ہے اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں۔

فقد یعرض فی الصلاة امر لا یقدر علی مراعاة الصلاة فیہ الا کامل الفقه ولھذا اقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر فی الصلاة علی الباقین مع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نص علی ان غیرہ اقرأ کانہ عنی حدیث "اقرؤکم ابی" (فتح الباری صفحہ [illegible] ج ۲)

نماز میں کبھی ایسی بات پیش آجاتی ہے جس کی رعایت سوائے کامل الفقہ کے اور کسی کے بس کی بات نہیں، اور یہی وجہ تھی کہ نبی کریم صلعم نے ابوبکرؓ کو بقیہ لوگوں پر نماز کے باب میں ترجیح دی باوجود اس بات کے کہ آپ نے ان کے غیر کے متعلق اقرأ ہونے کی تصریح فرمائی ہے یعنی اُبیؓ کو تلاوت قرآن کا ماہر فرمایا ہے

یہ بات بالکل درست ہے کہ امام کو مسائل نماز سے پوری واقفیت ہونی چاہئے تاکہ وہ نماز کو اس کے پورے حقوق کے ساتھ ادا کرسکے، موجودہ اصطلاحی حفاظ و قراء جو صرف قرآن پاک زبانی یاد کئے ہوتے ہیں اور عموماً ضروری مسائل سے واقفیت جیسی چاہئے نہیں رکھتے ان کو عالم پر کسی طرح امامت میں فضیلت نہیں دی جاسکتی جیسا کہ عوام کبھی کبھی "یؤم القوم اقرأھم بکتاب اللہ" والی حدیث سے دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

عہد صحابہ میں شعبۂ امامت کی اہمیت

جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اتنی بات تو خوب دل نشین ہو گئی ہو گی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دورِ حیات میں اس شعبہ کو کیا حیثیت دی۔ اس کے بعد عہدِ صحابہؓ پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ ان عاشقانِ رسول نے اس مسئلہ میں بھی آپ کی ہدایت و راہ نمائی پر پورا پورا عمل کیا، فاروق اعظمؓ خلافت کے فرائض کے ساتھ امامت کے منصب پر بھی زندگی بھر فائز رہے اور جو والی اور امام منتخب کیا وہ ہر اعتبار سے لائق، اور اپنا حال تو یہ ہوا، کہ آخر کار امامت کرتے

ہوئے ہی جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کا بھی اس باب میں یہی طرز عمل رہا، یہی نہیں بلکہ خلافتِ راشدہ کے دور میں جتنے بھی والی اور گورنر منتخب کر کے دوسرے مقامات میں بھیجے گئے سبھوں نے اس منصب کو بھی سنبھالا، گویا ان کے فرائض میں نماز کی امامت بھی داخل تھی جس سے وہ کنارہ کشی نہیں کر سکتے تھے، تاریخ بتاتی ہے اس دور کے بعد بھی امامت گورنروں کے فرائض میں داخل رہی، ایک انگریز مستشرق ٹامس آرنلڈ خلافت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے

"خلیفہ کے سیاسی فرمانروا ہونے کا مفہوم یہ تھا کہ وہ مذہبی اور سیاسی دو قسم کے اختیارات کا حامل ہے مذہبی حیثیت سے اس کی حکومت کا حقیقی مقصد صرف دین کا تحفظ تھا حامیِ دین کی حیثیت سے وہ جنگ کرتا تھا، مذہب کو صدمہ پہنچانے والے افراد کو سزائیں دیتا تھا، نماز میں امامتِ جمعہ کا خطبہ دینا بھی اس کا ایک منصبی فرض تھا۱؎"

غور کیجیے یہ وہ شعبہ ہے، جس کے متعلق رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

الامام ضامن والمؤذن مؤتمن	امام ضامن اور مؤذن امین ہے، اے اللہ
اللھم ارشد الائمة واغفر	اماموں کی ہدایت فرما، اور مؤذنوں کی معافی
للمؤذنین	

باب ماجاء ان الامام | جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جیسا شعبہ کا کفیل اور ضامن قرار دیا گیا ہے، وہ آپ کی نظر میں بہت اہم ہے اور اسی اہمیت کے پیشِ نظر آپ نے اس کے لئے رشد و ہدایت کی دعا فرمائی ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ باب امامت کی احادیث کے مدنظر فیصلہ فرماتے ہیں۔

ومن الحق الواجب علی المسلمین	مسلمانوں پر واجب ہے کہ امام ان کو بنائیں جو
ان یقدموا خیارھم واھل الدین	ان سب سے بہتر اور دیندار ہوں اور افضل
والافضل منھم اھل العلم	ترین وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا علم و یقین رکھتے

۱؎ مسلمانوں کا نظم مملکت ص۲۰۷

باللہ تعالیٰ الذین یخافون اللہ (کتاب الصلوۃ وما یلزمھا) ہیں اور اس کی خشیت سے ان کا سینہ معمور رہتا ہے۔

جلیل القدر محدث اور ایک امام کے الفاظ بار بار پڑھئے، ان سے کتنی اہمیت ٹپکتی ہے امام کی اہمیت اور اس کی حیثیت کا کتنے بلند پیرایہ میں تذکرہ فرماتے ہیں، اور قوم پر کس قدر اس کی ذمہ داری عاید کرتے ہیں، کوئی بات تو ہے جو اس شدت پر آمادہ ہی ہے،

پھر اس کے بعد فوراً فرماتے ہیں۔

جاء الحدیث اذا امّ القوم رجل وخلفہ من ھو افضل منہ لم یزالوا فی سفال (کتاب الصلوۃ وما یلزمھا) حدیث میں ہے کہ جب قوم کی امامت ایک ادنیٰ شخص کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس سے افضل موجود ہوتا ہے تو ایسی قوم ہمیشہ پستی میں رہتی ہے

خود امام پر ذمہ داری | یہی نہیں کہ ایسی قوم جو اپنے افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اپنا امام اور پیشوا بناتی ہے ہمیشہ پستی میں رہتی ہے بلکہ یہ ذلت و خواری بھی اس کے لئے لازمی ہے، خود امام پر یہ ذمہ داری ہے کہ قوم اسے کسی شرعی امر نہ ہونے کی وجہ سے امامت کے لئے قبول نہیں کرتی، تو اسے امامت سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ایسے شخص کی نماز کی قبولیت میں شبہ ہے

ثلثۃ لا تقبل منھم صلوتھم من تقدم قوما وھم لہ کارھون ... اتی الصلوۃ دبارا ... واعتبد محررہ (ابو داؤد) تین شخص کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ امام جس کو لوگ ناپسند کرتے ہیں، دوسرا جو اخیر میں نماز کے لئے آتا ہے کہ اس کی نماز چھوٹ جاتی ہے اور تیسرا وہ شخص جو آزاد کو غلام بناتا ہے

اس ... کی حدیثوں پر بامعان نظر ڈالئے اور امام کی حیثیت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، آج کل ہمارے اس زمانہ میں جو سلوک امام ... کے ساتھ ہوتا رہتا ہے اس کو بھی سامنے رکھئے۔

موجودہ دور اور شعبہ امامت | ضرورت ہے اس دور میں بھی اسی سنت کو زندہ کیا جائے اور ہر مسجد کا امام

اس حیثیت کا مقرر کیا جائے، جو اس اصول پر پورا اُترے ساتھ ہی وہ تبلیغِ دین اور اشاعتِ علوم کے فرائض انجام دے سکے، اس میں ہر حیثیت سے اتنی صلاحیت ہو کہ قوم اس کو اپنا پیشوا بنا سکے اور وہ حدیث کے معیار پر بھی پورا اُترے۔

ایک عرصہ پہلے اس کا احساس حضرت مولانا سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا تھا اور آپ نے اس سنت طریقے کو زندہ فرمانے کی سعی فرمائی تھی: چنانچہ آپ کا یہ دستور تھا کہ اپنے زمانہ میں امام معیاری مقرر فرماتے تھے اور ان کو اس حلقہ کا ذمہ دار بنا دیا تھا، جس حلقہ کی وہ امامت کرتا تھا، اور کئی مسجدوں کو ملا کر ایک مناسب مسجد کو جامع مسجد کی حیثیت دے کر اس کے امام کو سشن جج قرار دے دیا تھا۔ "تذکرہ صادقہ" میں مذکور ہے۔

"لوگوں کی اصلاح حال اور حیثیت طاغوتی سے بچنے کے لئے ضرورت تھی، کہ جہاں لوگوں کو فساد و فتن سے روکا جائے، وہاں ان میں عدل و تصفیہ کی روح بھی پھونکی جائے، اور ان کے ناگزیر تنازع اور پیچیدہ مسائل کے محاکمہ اور فیصل کیلئے کوئی صورت قائم کر دی جائے، اور ساتھ ہی ساتھ "شاورہم فی الامر" کی سنت بھی ادا ہو سکے۔

چنانچہ جناب ہر ایک بستی میں جہاں مسجد موجود ہوتی، وہاں امام مقرر کرتے، اور جہاں مسجد نہ ہوتی، وہاں بھی تعمیر کرا دیتے، اور فصل خصومات کا بار اسی کے شانہ پر رکھتے چار پانچ کوس کے حلقے میں کسی مسجد کو جامع مسجد قرار دے کر ایک تعلیم یافتہ، متدین امام کے سپرد کر دیتے، اور امام بمنزلہ سشن جج متصور ہوتا اگر اس پر لوگوں کی تسکین خاطر نہ ہوتی تو متخاصمین کی اپیل پر بذات خود ان مقامات پر پہنچ کر فصل تنازع فرماتے اور ملفوظات کیمیا اثر سے تالیفِ قلوب فرماتے تھے[1]

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مسجدوں کے قدرتی نظام کو خوب سمجھا تھا اور اس نظام کی روح کو جو عرصہ سے مردہ ہو گئی تھی دوبارہ زندگی بخشنا چاہتے تھے، اسے کاش

[1] ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک ص۹۵ و ص۹۶

مسلمانوں کی سوئی ہوئی بستی جاگے اور اس قدرتی نظام کو سمجھنے کی کوشش کرے اور ساتھ ہی ساتھ اس کو بروئے کار لانے کی عملی جد و جہد شروع کر دے۔

امام اور اس کے فرائض | ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ایسے فرد کو بنایا جائے جو عالم باعمل اور خدا ترس ہو اور اس کو اپنی ذمہ داری کا پورا احساس ہو کیونکہ اس کے فرائض بڑے اہم اور نہایت نازک ہیں، ذرا سی غلطی سے پونجی کے کٹ جانے کا خطرہ ہے، یقینی طور پر وہ اس دینی عبادت میں تمام اہل مسجد کا امیر ہوتا ہے، اور سب کی طرف سے نمائندہ بن کر وہی رب العزت سے مناجات کرتا ہے، اس لئے اگر اپنی ذمہ داری کے احساس کے ساتھ فرائض کی ادائیگی میں سعی پیہم کی اور اخلاص وللہیت کے ساتھ اسے بجا لایا، تو وہ عنداللہ اجر جزیل کا مستحق ہوگا، اور انجام کار کامیاب و بامراد، اور خدانخواستہ اس نے کوتاہی کو راہ دی، اخلاص کی روح کو زخمی کیا اور حق پیشوائی کی بجا آوری میں جد و جہد سے کام نہ لیا تو پھر اس کے لئے خسران و ناکامی کی ذلت ہے۔

صفوں کی نگرانی | پیش امام پر پہنچتے ہی اس کو دیکھنا ہوگا، صفیں درست اور مرتب ہیں یا نہیں، وہ شریعت کے قوانین پر پوری اُترتی ہیں یا نہیں، یوں تو مقتدی کا فریضہ ہے ہی کہ وہ شرعی ہیئت کے ساتھ کھڑا ہو مگر مزید امام اس کی نگرانی کرے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود صفوں کو درست اور برابر فرماتے، اور ادھر سے مطمئن ہو کر تکبیر تحریمہ کہتے چنانچہ نعمان بن بشیرؓ کا بیان ہے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسوي صفوفنا اذا قمنا الى الصلوة فاذا استوينا كبر (ابوداؤد)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو برابر فرماتے تھے، جب ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے، اور ہم جب برابر ہو لیتے تو آپ تکبیر کہتے تھے۔

دائیں اور بائیں صفوں کو دیکھ کر فرماتے "سیدھے کھڑے ہو اور اپنی صفوں کو شرعی حیثیت کے مطابق درست کر لو" حضرت انسؓ کا بیان ہے

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم	رسول اللہ صلعم دائیں متوجہ ہو کر فرماتے ٹھیک

يقول عن يمينه اعتدلوا وسووا	ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو درست
صفوفكم وعن يساره اعتدلوا	کرلو اور بائیں متوجہ ہو کر فرماتے، درست ہو جاؤ
وسووا صفوفكم (ابوداؤد)	اور اپنی صفوں کو ٹھیک کرلو

اس قدر تو خود کرتے، مزید برآں حضرت بلالؓ جو مؤذن تھے ان کی ڈیوٹی مقرر فرما دی تھی کہ وہ صفوں کو درست کرائیں اور وہ بھی یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔

ان بلالاً كان يسوي الصفوف	حضرت بلالؓ صفوں کو درست فرماتے اور درّہ
ويضرب عراقيبهم بالدرة حتى	مار کر ان کی ایڑیوں کو سیدھی کرتے تھے تا آنکہ وہ
يستووا (كتاب الصلوة دمايلزمها للامام)	برابر ہو جاتے۔

فاروق اعظمؓ کا اہتمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے زمانہ میں اس اہتمام کو باقی رکھا، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کا دستور تھا کہ نماز شروع کرنے سے پہلے صفوں کی دیکھ بھال کر لیتے، اور صفوں کی درستی کے بعد نماز شروع کرتے، بلکہ آپ نے بھی ایک مستقل آدمی اس کام کے لئے مقرر کر دیا تھا جو صف میں گھوم کر دیکھتا اور آکر درستی کی خبر دیتا، حضرت احمد بن حنبلؒ جیسے جلیل القدر محدث کا بیان ہے

جاء عن عمر انه كان يقوم مقام الامام	حضرت عمرؓ کے متعلق آیا ہے کہ وہ پیش امام پر آکر
لا يكبر حتى ياتيه رجل قد وكله	کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک تکبیر نہیں
باقامة الصفوف فيخبره انهم قد	کہتے تھے، جب تک ایک آدمی جو اس کام پر مقرر
استووا فكبر وجاء عن عمر	تھا آکر خبر نہ کرتا کہ صف درست اور لوگ برابر
بن عبد العزيز فكذا	ہو گئے، جب یہ اطلاع مل جاتی تو تکبیر کہتے،
(كتاب الصلوة دمايلزمها)	عمر بن عبد العزیزؒ کا بھی یہی دستور بیان کیا گیا ہے

حضرت فاروق اعظمؓ صفوں کی درستی کے باب میں بہت سخت تھے، صف میں جو بھی ناہمواری پیدا کرتا اس کی سزا فرماتے، اس باب میں کسی کی رو رعایت ملحوظ خاطر نہ تھی۔ حضرت میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کو جس دن نماز میں نیزہ مارا گیا، میں موجود تھا مگر صف اول میں اس لئے نہیں

کھڑا ہوا تھا کہ آپ سے ڈرتا تھا، کیونکہ آپ کا دستور تھا کہ اگلی صف کو جب تک خود نہیں دیکھ لیتے تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے، اور جب کسی کو صف میں بے قاعدہ آگے پیچھے کھڑا دیکھتے اس کو درّہ لگاتے۔[1]

ان واقعات سے یہ بات محقق طور پر معلوم ہوئی، کہ امام مسجد پر صفوں کی درستی کی بڑی ذمہ داری ہے اور اس کے فرائض میں ان کی دیکھ بھال بھی داخل ہے۔

مقتدیوں کا لحاظ | بہر حال جب صفیں خوب درست ہوجائیں تو اب امام نماز شروع کرے گا اور اپنی ذمہ داری کے ساتھ پڑھائے گا۔ جس میں مقتدیوں کا خیال رکھنا از بس ضروری ہوگا اس لئے کہ جماعت میں ہر طرح کے نمازی ہوتے ہیں کتنے ضعیف اور بوڑھے ہوتے ہیں اور کتنے بیمار اور کمزور ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے حال کا لحاظ رکھنا امام کے فریضہ میں داخل ہے اس میں شبہ نہیں کہ لحاظ اسی حد تک جائز ہے جو طریقہ سنت کے حدود میں ہو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

اذا صلی احدکم للناس فلیخفف	تم میں سے کوئی جب لوگوں کی امامت کرے تو
فان فیھم السقیم والضعیف	اسے چاہیئے کہ ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ ان میں
والکبیر واذا صلی احدکم لنفسہ فلیطول	بیمار، کمزور، اور بوڑھے سبھی ہوتے ہیں البتہ جب
ماشاء متفق علیہ (مشکوٰۃ باب ما علی الامام)[2]	اکیلا پڑھے تو پھر جتنی لمبی نماز چاہے پڑھے۔

سرکار دو عالم کی تخفیف | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان کا لحاظ فرماتے تھے، کسی بچے کے رونے کی آواز جب پہنچتی تو نماز مختصر فرما دیتے تھے مگر یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت تھی، یوں بھی آپ ایسی ہی نماز پڑھاتے جس سے مقتدی اکتا نہ جائیں اور اس طرح ان کے خشوع وخضوع میں فرق نہ پڑنے پائے، حضرت انسؓ جن کو آپ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل تھا فرماتے ہیں۔

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ جلد ۲ ص ۱۷ اس کتاب کے متعلق اپنے شکوک میں نے مخدوم ومحترم علامہ سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ کو لکھے تو جواب میں تحریر فرمایا "الامامۃ والسیاسۃ" ابن قتیبہ کی تصنیف ہرگز نہیں یہ یا تو کسی شیعی کی تصنیف ہے یا اس میں کسی شیعی نے تحریف کر دی ہے، یہ ہرگز اعتماد کے قابل نہیں ہے (مکتوب ۵۲)

[2] مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم باب ما علی الامام

ماصلیت وراء امام قط اخف صلوۃ ولا اتم صلوۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم باب ما علی الامام)

میں نے نبی کریم صلعم کے پیچھے جتنی ہلکی اور کامل نماز پڑھی کسی اور کے پیچھے کبھی بھی نہیں پڑھی

امام کو ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں سے یہ شکایت پہنچتی، کہ کوئی امام قراۃ زیادہ لمبی کرتا ہے جس سے مقتدی اکتا جاتے ہیں اور جماعت سے نماز پڑھنے میں تامل کرتے ہیں، تو آپ بہت خفا ہوتے، ایک دفعہ ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں یہ شکایت پہنچائی کہ میں فلاں امام کی طول قراۃ کی وجہ سے صبح کی جماعت میں شرکت کرنے سے معذور رہتا ہوں، صحابہ کرام رضہ کا بیان ہے کہ آپ یہ سن کر اس قدر خفا ہوئے کہ اس سے پہلے نصیحت کے باب میں ہم لوگوں نے اس طرح کی خفگی کا اظہار دیکھا ہی نہیں تھا، اسی موقع سے آپ نے فرمایا ۔

ان منکم منفرین فایکم ماصلی بالناس فلیتجوز فان فیہم الضعیف والکبیر ذا الحاجۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ باب ما علی الامام)

تم میں سے کچھ لوگ نفرت پیدا کرنے والے ہیں تم میں جو کبھی امامت کرے وہ مختصر اور ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ ان میں کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہیں ۔

اسی طرح ایک واقعہ حضرت معاذؓ کے متعلق حدیث میں صراحۃً مذکور ہے کہ وہ نماز بہت لمبی پڑھاتے تھے، جو جائز ہی نہیں بلکہ کہا جا سکتا ہے اس وقت کے ذوق کے بھی مناسب تھی مگر کسی ایک فرد پر یہ نماز گراں گذری، جو محنت اور مزدوری کے کام کرتے تھے، یہ خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا " افتان انت یا معاذ"[1] (کیوں جی معاذ تم فتنہ انگیزی کرتے ہو)، حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ فرماتے ہیں کہ آخری عہد جو مجھ سے لیا گیا وہ یہ تھا کہ جب امامت کروں تو حدود سنت کے اندر رہ کر ہلکی نماز پڑھاؤں[2]۔

---

[1] مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم باب ما علی الامام [2] مشکوٰۃ ایضاً

تخفیف کا مطلب | جو کچھ عرض کیا گیا، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ قرأۃ اور تسبیحات مسنونہ چھوڑ دئے جائیں، سنن و آداب نماز کی رعایت ترک کر دی جائے اور واجبات و فرائض میں کسی طرح کی کوتاہی برتی جائے، بلکہ ماحصل یہ تھا کہ وائگی نماز کا جو سنت طریقہ ہے اس کے اندر رہ کر سب کچھ کیا جائے، تاکہ نماز پڑھنے والا "معلیسر" کو "عسر" محسوس کرنے نہ پائے۔

اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیجئے کہ تخفیف صلوٰۃ (ہلکی نماز) کا مطلب شرعاً کیا ہے، آج کل دین سے جو بے رغبتی ہے اور عبادات میں جیسی سستی پیدا ہوتی جا رہی ہے اس کی وجہ سے عموماً لوگ دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور تخفیف کے جو معنی ہیں اسے صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔

یہ مسئلہ ایسا ہرگز نہیں ہے جو شریعت میں مصرح نہیں کہ جس کی مجبوری کی وجہ سے قیاس سے کام لینا پڑے یا کسی شخص یا شہر یا جماعت کی عادت پر محمول کیا جائے یا محض امام اور مقتدی کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ کتب حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پوری ھیئت کے ساتھ مذکور ہے، اور ایک ایک بات کی تفصیل موجود ہے، ابھی حضرت انسؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پیچھے جو نماز میں نے پڑھی وہ ایک طرف اگر ہلکی تھی تو دوسری طرف کامل و تام بھی تھی جس سے واضح ہے کہ تخفیف کے ساتھ اتمام و کمال نماز بھی مطلوب ہے اور کھلی بات ہے کہ کمال میں تعدیل ارکان سنن و آداب کی رعایت اور نماز کے دوسرے حقوق بھی داخل ہیں بجز فتنہ نماز کی قراۃ حدیثوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

قرات میں آنحضرت صلعم کا معمول | صبح کی نماز میں مقدار قراۃ کیا تھی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول کیا تھا اس سلسلہ میں چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں، حضرت جابر بن سمرۃؓ کا بیان ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلعم فجر کی نماز میں سورۃ ق والقرآن
یقرأ فی الفجر بق والقرآن المجید	المجید اور اسی طرح کی سورتیں پڑھتے تھے، اب
ونحوھا وکانت صلوٰتہ بعد تخفیفا	تک آپ کی نماز ہلکی تھی۔

(مسلم باب القراۃ فی الصبح صفحہ ۱۸۶ ج ۱)

حضرت عمر بن حریث کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز میں "والّیل اذا عسعس" پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

حضرت عبداللہ بن السائب کا بیان ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ہم لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی جس میں سورۃ "مومنون" کی تلاوت شروع کی، جب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام یا عیسیٰ علیہما السلام کے تذکرہ تک پہنچے، تو آپ کو کھانسی شروع ہوگئی چنانچہ وہیں رکوع میں جھک گئے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	جمعہ کے دن فجر میں نبی صلعم "الم تنزیل" پڑھتے
یقرأ فی الفجر یوم الجمعۃ بالم تنزیل	تھے اور دوسری رکعت میں "ھل اتی علی
فی الرکعۃ الاولیٰ وفی الثانیۃ	الانسان"
ھل اتی علی الانسان متفق علیہ	

(مشکوٰۃ باب القراۃ فی الصبح)

یہ سب صحیحین کی حدیثیں ہیں جن سے فجر کی مقدار قرأۃ خوب اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے اور یہ جو کچھ عرض کیا گیا وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہے۔

ظہر وعصر کی قرأت ظہر اور عصر کی نمازوں میں آپ کے قرأت کی جو مقدار تھی وہ بھی حدیث میں مذکور ہے حضرت ابو سعید خدریؓ اپنا اندازہ بیان کرتے ہیں، جو انھوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر قائم کیا تھا۔

کنا نحزر قیام رسول اللہ صلی اللہ	ظہر وعصر کی نماز میں رسول اللہ صلعم کے قیام کا اندازہ
علیہ وسلم فی الظہر والعصر	ہم لوگ لگاتے تھے، ہمارا اندازہ ہے کہ ظہر کی پہلی
فحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین	دو رکعتوں میں آپ "الم تنزیل سجدہ" کی قرأت
من الظہر قدر الم تنزیل السجدۃ	کے مقدار قیام فرماتے تھے اور ایک روایت میں

ل مسلم باب القراۃ فی الصبح ص۱۸۶ ج۱ ؎ مسلم ایضاً

وفی الرکعة آیة فی کل رکعة قدر ثلثین آیة | ہے کہ ہر رکعت میں تیس آیت کی مقدار

(مسلم باب القراۃ فی الظہر والعصر ص۱۸۵ ج۱)

حضرت جابر بن سمرہؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلعم ظہر میں "واللیل اذا یغشیٰ" پڑھتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ "سبح اسم ربک الاعلیٰ" تلاوت فرماتے اور عصر میں اسی کے لگ بھگ اور فجر میں اس سے بہت زیادہ لمبی سورہ پڑھتے تھے۔[1]

مغرب نماز مغرب میں سورۃ طور تک پڑھنا ثابت ہے، سورۃ مرسلات بھی آپ نے پڑھی ہے حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور | میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورۃ طور پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

متفق علیہ (مشکوٰۃ باب القراۃ فی الصلوٰۃ)

حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ کہتی ہیں

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالمرسلات | میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ مغرب میں سورۃ مرسلات پڑھتے تھے

عرفا متفق علیہ (مشکوٰۃ باب القراۃ فی الصلوٰۃ)

عشاء میں حضرت کا معمول عشاء کے متعلق حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ گذر چکا ہے، کہ ایک دفعہ ان کی لمبی قراۃ کی شکایت دربار رسالت میں پہنچی تھی تو آپ بہت خفا ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ "افتان انت" کیا تم فتنہ انگیز ہو، اسی حدیث میں آپ کا یہ ارشاد بھی مذکور ہے۔

اقرأ والشمس وضحٰھا، والضحیٰ واللیل اذا یغشیٰ وسبح اسم ربک الاعلیٰ | تم عشاء میں، والشمس وضحٰھا، والضحیٰ، واللیل اذا یغشیٰ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا کرو۔

(مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم باب القراۃ)

---

[1] مسلم باب القراۃ فی الصبح ص۱۸۶ ج۱

(باقی آئندہ)